مارچ ۲۰۲۰ء شعبان المعظم ۱۴۴۱ھ
ماہنامہ
لاہور
جہانِ رضا
بیاد مجدد دین وملت امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہٗ
امام احمد رضا اور فکر آخرت
خلفاء ثلاثہ خصوصاً شیخین
عدالت صدیقی
اختلاف صحابہ اور ہمارا کردار
صحابی رسول امیر معاویہ رضی اللہ عنہ
حکیم اہلسنت تیری عظمت کو سلام
فلسطین انبیاء کرام کا مسکن
مرکزی مجلس رضا
MARKAZI MAJLIS-E-REZA

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت الشاہ امام احمد رضا خان قادری بریلوی قدس سرہٗ کے افکار کا حقیقی و تحقیقی ترجمان

شمارہ:۲۵۳۔ مارچ ۲۰۲۰ء شعبان المعظم ۱۴۴۱ھ۔ جلد ۳۰

بیاد
مجدد دین و ملت امام اہلسنّت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہٗ

بانی مجلس رضا حکیم اہلسنّت حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ

بانی ماہنامہ پیرزادہ اقبال احمد فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

ایڈیٹر
محمد منیر رضا قادری رضوی عفی عنہ

فہرست

خط و کتابت ترسیل زر اور ملنے کا پتا

مسلم کتابوی
داتا دربار مارکیٹ گنج بخش روڈ، لاہور
0321-4477511
042-37225605
Email:muslimkitabevi@gmail.com

زر تعاون فی پرچہ -/30 روپے
سالانہ چندہ بذریعہ ڈاک -/500

امام احمد رضا اور فکرِ آخرت

مولانا محمد عبد المبین نعمانی قادری

شیخ الاسلام والمسلمین اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث ومحقق بریلوی علیہ رحمۃ اللہ القوی جیسی ہمہ جہت شخصیت عالم اسلام میں اور کوئی نظر نہیں آتی۔ وہ جملہ علوم وفنون کے کوہ گریاں مایہ تھے، وہ جو کہتے چھان پھٹک کر کہتے، وہ صرف امام ہی نہ تھے اپنے عصر کے امام اعظم تھے، وہ صرف عاشقِ غوث نہ تھے بلکہ نائب غوث اعظم تھے، وہ فقیہ ہی نہیں سراپا تفقہ تھے، وہ سنت رسول کے پیکر تھے اور عشق ومحبت رسول ہی ان کا اصل سرمایہ تھا، خوفِ خدا وفکرِ آخرت ان کا مطمحِ نظر تھا۔ ان کے چلنے پھرنے، کہنے، سننے، اُٹھنے بیٹھنے، سوچنے سمجھنے میں للّٰہیت اور رضائے الٰہی کے جلوے نظر آتے تھے۔ وہ جو کچھ لکھتے اللہ کے لیے، جو کہتے اللہ کے لیے، کسی سے محبت کرتے تو اللہ کے لیے، دشمنی مول لیتے تو اللہ ہی کے لیے۔ گویا آپ اس حدیث رسول کی مجسم تصویر تھے:

مَنْ اَحَبَّ لِلّٰہِ وَاَبْغَضَ لِلّٰہِ وَاَعْطٰی لِلّٰہِ وَمَنَعَ لِلّٰہِ فَقَدِ اسْتَکْمَلَ الْاِیْمَانَ

(مشکوٰۃ، ص: ۱۴، کتاب الایمان)

ترجمہ: جو اللہ کے لیے محبت کرے اور اللہ ہی کے لیے بغض (دشمنی) رکھے، اللہ کے لیے دے اور اللہ ہی کے لیے روکے تو ضرور اس نے اپنا ایمان مکمل کرلیا۔

بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ سب سے محبت کرنی چاہیے، کسی سے نفرت نہیں کرنی چاہیے وہ اس حدیث سے سبق لیں اور فرمانِ

رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو سمجھنے کی کوشش کریں اور اپنے غلط نظریے سے رجوع بھی کریں۔ اسلام وہ ہے جو اسلام لانے والے خدا کے پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بنایا، نہ یہ کہ کسی نے اپنی مرضی سے کوئی نظریہ قائم کرلیا اور پھر کہنے لگا کہ یہی اسلام ہے۔

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ اپنا نظریہ حدیث کے مطابق رکھتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں۔ حقیقت میں یہی مسلک اعلیٰ حضرت ہے، جو قرآن پاک اور احادیث طیبہ سے ثابت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے گستاخانِ رسول کے ساتھ کوئی مروت نہیں کی اور جو بھی خدا اور رسول اور یومِ آخرت کے حساب و کتاب پر سچا ایمان رکھے گا، وہ ضرور اس روش پر چلے گا اور قرآن نے اسی کو نیکوں اور متقیوں کی علامت بتایا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ ۝٢ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنفِقُونَ ۝٣ (سورۂ بقرہ، آیت ۲، ۳)

ترجمہ: اس (قرآن) میں ہدایت ہے ڈر والوں کو وہ جو بے دیکھے ایمان لائیں اور نماز قائم رکھیں اور ہماری دی ہوئی روزی میں سے ہماری راہ میں اُٹھائیں۔ (خرچ کریں)

آگے ارشاد ہوتا ہے:

وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَآ أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَآ أُنزِلَ مِن قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ ۝٤ (سورۂ بقرہ، آیت: ۴)

ترجمہ: اور وہ کہ ایمان لائیں اس پر جو اے محبوب! تمہاری طرف اُترا اور جو تم سے پہلے اُترا اور آخرت پر یقین رکھیں۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا:

أُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ ۖ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝٥

(سورۂ بقرہ، آیت: ۵)

ترجمہ: وہی لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور وہی مراد (فلاح) کو پہنچنے والے۔ (کنز الایمان)

یہ ہے سورۂ بقرہ، اس سے پہلے سورۂ فاتحہ ہے جس سے قرآن کا آغاز ہوتا ہے۔ اس میں بھی ہے: مٰلِكِ يَوۡمِ الدِّيۡنِ (روزِ جزا کا مالک) یہ اللہ عزوجل کی صفت ہے جس سے یومِ آخرت کا تصور اُبھرتا ہے۔ پھر سورۂ بقرہ میں بھی ابتدائی آیات ہی سے آخرت پر ایمان لانے کا ذکر ہے جس سے آخرت کی اہمیت کھل کر سامنے آتی ہے کہ بغیر اس کے ایمان کامل نہیں ہوسکتا۔

سورۂ بقرہ کی تیسری آیت يُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡغَيۡبِ پہلے ہے اور يُقِيۡمُوۡنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقۡنٰهُمۡ يُنۡفِقُوۡنَ بعد میں، جو اس بات کی دلیل ہے کہ آخرت پر ایمان مقدم ہے، اس کے بعد ہی نماز، زکوٰۃ کا درجہ ہے۔ واضح رہے کہ ''غیب'' میں بہت سے اقوال ہیں، انھیں میں ایک معنی آخرت کا بھی ہے کیوں کہ آخرت کے تمام امور غیب ہی ہیں، یعنی پوشیدہ۔ تو جو ایمان و تقویٰ والا ہوگا اس کا آخرت پر ضرور ایمان پختہ ہوگا اور آخرت میں جو نعمتیں ملنے والی ہیں اور جو شدتیں سامنے آنے والی ہیں، یقیناً وہ سب پیشِ نظر ہوں گی اور اسی فکر و تصور کی روشنی میں اس کی زندگی کے لمحات گزریں گے۔ کبھی نعمتوں سے امید لگائے گا تو کبھی قیامت کی ہولناکیوں سے خوف زدہ ہوگا، کبھی جنت کی بہاریں اس کے سامنے آئیں گی تو کبھی جہنم کا خوف ستائے گا، کبھی رب العالمین کی قہاری و جباری یاد آئے گی تو کبھی اس کی صفت غفاری اور رحیمی و کریمی کا تصور ڈھارس بندھائے گا، کیوں کہ صحیح اور سچا مومن و متقی وہی ہے جس کا عقیدہ آخرت پر پختہ ہے۔

یہ بھی حقیقت مسلمہ ہے کہ اَلۡاِيۡمَانُ بَيۡنَ الۡخَوۡفِ وَالرَّجَآءِ (ایمان خوف و اُمید کے درمیان ہونا مطلوب ہے۔) رب کی صفت رحیمی پر مغرور ہونا بھی درست نہیں اور اس کی قہاری و منتقمی سے ڈر کر یکسر نا اُمید ہونا بھی درست نہیں ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ سچے

مومن تھے اور پکے متقی، لہٰذا ان کی زندگی کا لمحہ لمحہ ایمان کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہوکر گزرتا تھا۔ تقویٰ، احتیاط، پرہیزگاری اور خوفِ الٰہی کے واقعات تو آپ کی زندگی میں بکھرے پڑے ہیں، انھیں سمیٹنے اور مرتب کرنے کی ضرورت ہے۔ ایک مختصر مضمون راقم الحروف کا اس ضمن میں ''امام احمد رضا نمبر'' المیز ان کے تحت آچکا ہے، اس کو مزید وسعت دینے کی ضرورت ہے۔

فکرِ آخرت کا ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس سے آدمی متقی ہو جاتا ہے، گناہوں سے دور رہنے کی فکر پیدا ہو جاتی ہے، بندوں کے حقوق ادا کرنے کا جذبہ بیدار ہو جاتا ہے، آخرت کے حساب اور سزا سے بچنے کی تدبیریں کرنے کا بھی پورا پورا خیال پیدا ہو جاتا ہے، خدا و رسول کی اطاعت و فرماں برداری کی طرف میلان ہونے لگتا ہے۔ لیکن یہ فکر پختہ ہونی چاہیے، فکر جتنی پختہ ہوگی نتائج اتنے ہی اچھے برآمد ہوں گے۔ عام طور سے ہر مومن آخرت کا اقرار کرتا ہے، اس پر ایمان لانے کا دعویٰ بھی کرتا ہے لیکن اس کی زندگی میں فکر آخرت کے جلوے نظر نہیں آتے، نیکیوں کی طرف آگے بڑھنے کا رجحان دیکھنے میں نہیں آتا، اس کی صاف وجہ یہی ہے کہ آخرت پر جس درجے کا یقین ہونا چاہیے وہ حاصل نہیں۔ زبان سے اقرار تو ہے لیکن دل کی گہرائیوں میں اُتر جانے والا یقین نہیں، وہ یقین جس میں شک وشبہہ نہ ہو، اسی کو یقین محکم کہتے ہیں۔ جب یہ کسی کے دل میں پیدا ہو جاتا ہے تو اس کے جسم و جان پر چھا جاتا ہے، اس کی فکر کا رُخ موڑ دیتا ہے، دُنیا میں رہ کر بھی آخرت کے تصور میں گم ہو جانے اور خوفِ آخرت سے لرزہ براندام رہنے کی کیفیات سے ہمکنار کر دیتا ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس سے ایمان پختہ ہوتا ہے، قلب کو جلا ملتی ہے۔

کلامِ رضا کا مطالعہ کریں گے تو جگہ جگہ اس کی مثالیں نظر آئیں گی، خوف و رجا اور

اُمید وبیم کے دونوں پہلوؤں کو اُجاگر کرنے والے چند اشعار یہاں ملاحظہ کریں اور ان سے اثر لینے کی کوشش کریں۔

دل لہو میں کھونا تجھے شب صبح تک سونا تجھے
شرمِ نبی خوفِ خدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں
ڈر تھا کہ عصیاں کی سزا اب ہوگی یا روزِ جزا
دی ان کی رحمت نے صدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں
سایہ افگن سر پہ ہو پرچم الٰہی جھوم کر
جب لواء الحمد لے اُمت کا والی ہاتھ میں
اللہ! کیا جہنم اب بھی نہ سرد ہوگا
رو رو کے مصطفیٰ نے دریا بہا دیے ہیں
آہ کل عیش تو کیے ہم نے
آج وہ بے قرار پھرتے ہیں
رکھیے جیسے ہیں خانہ زاد ہیں ہم
مول کے عیب دار پھرتے ہیں
ہائے غافل وہ کیا جگہ ہے جہاں
پانچ جاتے ہیں چار پھرتے ہیں
جالوں پہ جال پڑ گئے لِلّٰہ وقت ہے
مشکل کشائی آپ کے ناخن اگر کریں
فکرِ معاش بد بلا، ہول معاد جاں گزا
لاکھوں بلا میں پھنسنے کو روح بدن میں آئی کیوں
دعویٰ ہے سب سے تیری شفاعت پہ بیشتر
دفتر میں عاصیوں کے شہا انتخاب ہوں

''اے شافعِ امم شہِ ذی جاہ لے خبر'' سے ایک نعتِ اعلیٰ حضرت نے وہ ہی لکھی ہے جس کا ہر ہر شعر قیامت کا نقشہ کھینچ رہا ہے۔ اس کے صرف تین شعر ملاحظہ ہوں۔

وہ سختیاں سوال کی وہ صورتیں مہیب
اے غم زدوں کے حال سے آگاہ لے خبر
باہر زبانیں پیاس سے ہیں آفتاب گرم
کوثر کے شاہ کثرہ اللہ لے خبر
مانا کہ سخت مجرم و ناکارہ ہے رضاؔ
تیرا ہی تو ہے بندۂ درگاہ لے خبر

ایک اور نعت کے چند اشعار ملاحظہ ہوں کہ کس طرح اعلیٰ حضرت نے قیامت میں شفاعتِ اُمت کی منظر کشی کی ہے۔

پیشِ حق مژدہ شفاعت کا سناتے جائیں گے
آپ روتے جائیں گے ہم کو ہنساتے جائیں گے

دل نکل جانے کی جا ہے آہ کن آنکھوں سے وہ
ہم سے پیاسوں کے لیے دریا بہاتے جائیں گے
کشتگانِ گرمیِ محشر کو وہ جانِ مسیح
آج دامن کی ہوا دے کہ جلاتے جائیں گے
لو وہ آئے مسکراتے ہم اسیروں کی طرف
خرمن عصیاں پہ اب بجلی گراتے جائیں گے
پائے کوباں پل سے اتریں گے تری آواز پر
رب سلم کی صدا پر وجد لاتے جائیں گے

قبر وحشر میں اپنی کیا کیفیت ہوگی اس کا نقشہ ملاحظہ ہو۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ فرماتے ہیں:ـ

پر کٹے تنگ قفس اور بلبل
نَو گرفتار ہے کیا ہونا ہے
چھپ کے لوگوں سے کیے جس کے گناہ
وہ خبردار ہے کیا ہونا ہے
کام زنداں کے کیے اور ہمیں
شوقِ گلزار ہے کیا ہونا ہے
گھر بھی جانا ہے مسافر کہ نہیں
مت پہ کیا مار ہے کیا ہونا ہے
اس کڑی دھوپ کو کیوں کر جھیلیں
شعلہ زن نار ہے کیا ہونا ہے
کل تو دیدار کا دن اور یہاں
آنکھ بے کار ہے کیا ہونا ہے
منہ دکھانے کا نہیں اور سحر
عام دربار ہے کیا ہونا ہے
لے وہ حاکم کے سپاہی آئے
صبح اظہار ہے کیا ہونا ہے
واں نہیں بات بنانے کی مجال
چارہ اقرار ہے کیا ہونا ہے
جانے والوں پہ یہ رونا کیسا
بندہ ناچار ہے کیا ہونا ہے
کیوں رضاؔ کڑھتے ہو ہنستے اٹھو
جب وہ غفار ہے کیا ہونا ہے

اعلیٰ حضرت قدس سرہ اپنے گناہوں پر شرمندہ بھی ہیں اور سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رحمت پر بھروسا بھی کیے ہیں اور حساب آخرت کا خوف بھی دل میں ہے۔ جب کہ اعلیٰ حضرت کا گناہ ہی کیا ہم سیہ کاروں

گنہگاروں کے مقابلے میں، بس اک احساس ہے کہ ''جس کے رتبے ہیں سوا اس کی سوا مشکل ہے'' کے مصداق۔

ذیل میں اس نظم کے چند اشعار پیش کیے جاتے ہیں جس کا مطلع ہے ''کس کے جلوے کی جھلک ہے یہ اُجالا کیا ہے'' یہ پوری نظم پڑھنے کے قابل ہے اور دل میں بٹھانے کے لائق ہے۔

صدقہ پیارے کی حیا کا کہ نہ لے مجھ سے حساب
بخش بے پوچھے، لجائے کو لجانا کیا ہے
زاہد ان کا میں گنہگار، وہ میرے شافع
اتنی نسبت مجھے کیا کم ہے، تو سمجھا کیا ہے
کس سے کہتا ہے کہ للہ خبر لیجیے مری
کیوں ہے بے تاب یہ بے چینی کا رونا کیا ہے
یوں ملائک کریں معروض کہ اک مجرم ہے
اس سے پرستش ہے بتا! تو نے کیا کیا کیا ہے
سامنا قہر کا ہے دفترِ اعمال ہیں پیش
ڈر رہا ہے کہ خدا حکم سناتا کیا ہے
آپ سے کرتا ہے فریاد کہ یا شاہِ رُسل
بندہ بے کس ہے شہا! رحم میں وقفہ کیا ہے
پھر مجھے دامنِ اقدس میں چھپا لیں سرور
اور فرمائیں ہٹو اس پہ تقاضا کیا ہے
لو وہ آیا مرا حامی مرا غم خوارِ اُمم
آ گئی جاں تنِ بے جاں میں یہ آنا کیا ہے

☆☆☆

رحمۃ للعالمیں تیری دہائی دب گیا
اب تو مولا بے طرح سر پہ گنہ کا بار ہے
کھڑے ہیں منکر نکیر سر پر نہ کوئی حامی نہ کوئی یاور
بتا دو آ کر مرے پیمبر کہ سخت مشکل جواب میں ہے
خدائے قہار ہے غضب پر کھلے ہیں بدکاریوں کے دفتر
بچا لو آ کر شفیعِ محشر تمہارا بندہ عذاب میں ہے
کریم ایسا ملا کہ جس کے کھلے ہیں ہاتھ اور بھرے خزانے
بتاؤ اے مفلسو! کہ پھر کیوں تمہارا دل اضطراب میں ہے
گنہ کی تاریکیاں یہ چھائیں، امنڈ کے کالی گھٹائیں آئیں
خدا کے خورشید مہر فرما کہ ذرہ بس اضطراب میں ہے
کریم اپنے کرم کا صدقہ لئیم بے قدر کو نہ شرما
تو اور رضاؔ سے حساب لینا رضاؔ بھی کوئی حساب میں ہے

☆☆☆

اُترتے چاند ڈھلتی چاندنی جو ہوسکے کرلے
اندھیرا پاکھ آتا ہے یہ دو دن کی اُجالی ہے
اندھیرا گھر، اکیلی جان، دَم گھٹتا، دل اُکتاتا
خدا کو یاد کر پیارے وہ ساعت آنے والی ہے

سنتے ہیں کہ محشر میں صرف ان کی رسائی ہے
گر ان کی رسائی ہے لو جب تو بن آئی ہے
سب نے صفِ محشر میں للکار دیا ہم کو
اے بے کسوں کے آقا اب تیری دہائی ہے
بازارِ عمل میں تو سودا نہ بنا اپنا
سرکار کرم تجھ میں عیبی کی سمائی ہے
گرتے ہوؤں کو مژدہ، سجدے میں گرے مولا
رو رو کے شفاعت کی تمہید اُٹھائی ہے
مطلع میں یہ شک کیا تھا، واللہ رضاؔ واللہ
صرف ان کی رسائی ہے صرف ان کی رسائی ہے

میں نے تو یہ اشعار بغیر کسی تشریح کے نقل کر دیے ہیں، مجھے ایک مختصر انتخاب پیش کرنا تھا وہ کر دیا۔ اس موضوع کے ابھی اور بھی اشعار ہیں جنہیں ازراہِ اختصار ترک کر دیا گیا ہے۔ حدائقِ بخشش میں قیامت، آخرت اور شفاعت کے تعلق سے اشعار کی تعداد بہت زیادہ ہے۔

ان مذکورہ اشعار اور اس طرح کے دیگر اشعار سے اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی تواضع، انکساری اور ہضمِ نفس کی کیفیت پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ آج ہم میں بہت سے لوگ ذرا سا قلم اور معمولی عمل خیر کی توفیق پا جاتے ہیں تو پھولے نہیں سماتے اور تکبر کا شکار ہو جاتے ہیں لیکن اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ علم و فضل اور زہد و تقویٰ کا پہاڑ ہونے کے باوجود اپنے کو بارگاہِ خداوندی اور سرکارِ رسالت پناہی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) میں ایک عاجز، ناتواں اور بندۂ بے دام کی حیثیت سے پیش کرتے ہیں، جو ہمارے لیے بہت بڑی عبرت اور نصیحت کا باعث ہے۔

امام احمد رضا قدس سرہٗ کی زندگی کا یہ پہلو بھی اس لائق ہے کہ اس پر بھرپور روشنی ڈالی جائے۔ ''امام احمد رضا اور تصوف'' میں خیر الاذکیاء حضرت مولانا محمد احمد مصباحی نے اس

موضوع پر مختصر طور پر روشنی ڈالی ہے، یہاں اس کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے:

تصوف کی بنیادی شرط یہ ہے کہ آدمی اپنے کو سب سے حقیر سمجھے، نفس کے خیالات و حرکات کا برابر محاسبا کرتا رہے، اسی لیے ہم بڑے بڑے اولیائے کاملین کو دیکھتے ہیں کہ وہ خوف خاتمہ سے کانپتے ہوئے نظر آتے ہیں اور برابر اپنے کو گنہگار ہی کہتے رہتے ہیں۔ان کا یہ کہنا نہ تو صرف زبانی ہوتا ہے اور نہ یہ کہ ان کا گناہ ہمارے جیسا گناہ ہوتا ہے، بات صرف یہ ہے کہ ان کا عرفان ہماری معرفت سے بدرجہا زائد ہوتا ہے اور ہمارے خوفِ خدا کو ان کی خشیتِ الٰہی سے کوئی نسبت نہیں، ہم صریح گناہ کرتے بھی نہ خدا سے ڈریں نہ رسول اور خلق سے شرمائیں، وہ جتنی بھی عبادت کرتے ہیں اپنے رب کے حضور اسے کچھ نہیں سمجھتے اور یہی خیال رکھتے ہیں کہ حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا۔

امام احمد رضا قدس سرہٗ کی پاک زندگی میں صوفیہ کا یہ عملی جوہر بھی بڑی آب و تاب سے نظر آتا ہے، ان کے اشعار سے اندازہ ہوتا ہے کہ نفس کا کیسا سخت محاسبا رکھتے تھے اور بعض عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنے کو کیسا کہا کرتے تھے۔

نفس یہ کیا ظلم ہے جب دیکھو تازہ جرم ہے
ناتواں کے سر پہ اتنا بوجھ بھاری واہ واہ

شفاعتِ سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ذکر کرتے ہوئے اپنے نفس کا یوں محاسبا کرتے ہیں:

دعوی ہے سب سے تیری شفاعت پہ بیش تر
دفتر میں عاصیوں کے شہا انتخاب ہوں

خشک خوں ہے کہ دشمنِ ظالم
سخت خوں خوار ہے کیا ہونا ہے

ارے او مجرم بے پروا دیکھ
سر پہ تلوار ہے کیا ہونا ہے

کام زنداں کے کیے اور ہمیں
شوقِ گلزار ہے کیا ہونا ہے

(امام احمد رضا اور تصوف،ص:۶۷،۶۸،المجمع الاسلامی مبارک پور)

اپنا محاسبۂ نفس، تواضع و انکسار اور گناہوں کا گہرا احساس یہ سب فکرِ آخرت ہی کی دلیل ہے جو صوفیہ کرام اور صاحبانِ حزم و اتقا ہی کا حصہ ہے۔ آج دیکھا جاتا ہے آدمی صریح گناہ کرتا ہے، توبہ کا مطالبہ کیا جاتا ہے، احساس دلایا جاتا ہے، پھر بھی توبہ ورجوع کے لیے تیار نہیں ہوتا۔ اپنے مقام و مرتبے اور عزت کے خلاف سمجھتا ہے، حالاں کہ یہ عین بے عزتی کی علامت ہے اور آخرت کی بربادی کی بھی نشانی ہے۔

مرشدی مفتیِ اعظم ہند سرکار مصطفیٰ رضا نوری (شہزادۂ اعلیٰ حضرت) علیہما الرحمۃ والرضوان کا واقعہ ہے کہ آپ کسی جگہ تشریف لے گئے، وہاں ایک طغرا ٹنگا ہوا تھا جس پر ایک غلط شعر لکھا ہوا تھا، حضور مفتیِ اعظم ہند کی نظر جیسے ہی اس پر پڑی فرمایا: اسے نکال کر پھینک دو۔ اس کے معاً بعد آنکھیں آبدیدہ ہوگئیں، بار بار اَسْتَغْفِرُ اللہَ، اَسْتَغْفِرُ اللہَ پڑھنے لگے، پھر فرمایا: میں نے بے خیالی میں اُتار کر پھینکنے کی بات کہہ دی، جب کہ اس کے حروف اور دوسرے کلمات جو اس طغرے میں ہیں وہ قابلِ احترام ہیں۔ اسے ہٹانا تو ضروری ہے مگر پھینکنا جائز نہیں۔ آپ لوگ گواہ رہیں میں اس سے توبہ کرتا ہوں۔ اَسْتَغْفِرُ اللہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ۔

اللہ اللہ! یہ ہیں اللہ والے، یہ ہیں سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے لاڈلے اور پروردہ جن سے عجلت اور بے خیالی میں ایک غیر مناسب بات نکل گئی تو اس سے برملا توبہ کرتے ہیں اور اپنے مقام و مرتبے کا کچھ خیال نہیں کرتے۔

بس انھیں کلمات پر اپنی بات ختم کرتا ہوں۔ مولیٰ عزوجل سے دعا ہے کہ ہمیں بھی فکرِ آخرت، محاسبۂ نفس اور احساسِ گناہ کی توفیق عطا فرمائے، گناہوں کی نحوست سے بچائے اور تکبر وریا سے دور رکھے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ وآلہ وصحبہ اجمعین

خلفاء ثلاثہ خصوصاً شیخین رضی اللہ عنہم کی گستاخی کرنے والے کا عبرتناک انجام

ابوالحسن محمد شعیب خان

امام ذہبی کہتے ہیں: مجھے امام محمد بن منتاب نے بیان کیا کہ عز الدین یوسف الموصلی رحمہم اللہ نے انہیں ایک خط لکھا - اور ابن منتاب نے مجھے (یعنی ذہبی کو) وہ خط دکھایا-عزالدین کہتے ہیں:

ہمارا ایک ساتھی تھا جو الشّمس ابن حشیشی کے نام سے معروف تھا۔ وہ ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کو خوب برا بھلا کہتا تھا۔ایک دفعہ میں نے اس سے کہا: "شمس! کتنی گھٹیا بات ہے کہ تم ان ہستیوں کو برا بھلا کہتے بوڑھے ہو چلے ہو، حالانکہ ان کو گزرے سات صدیاں ہو گئیں، اور اللہ فرماتا ہے: یہ ایک امت تھی جو گزر چکی!

اس نے جواب دیا: اللہ کی قسم! ابو بکر و عمر اور عثمان (رضی اللہ عنہم) آگ میں ہیں! یہ بات اس نے لوگوں کے مجمع کہی۔ یہ سنتے ہی میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے، میں نے فوراً ہاتھ اٹھائے اور دعا کی: "اے اللہ، اے بندوں پر غالب ذات! اے وہ ذات جس پر کوئی پوشیدہ نہیں۔ میں تجھ سے تیرے نبی کے وسیلے سے سوال کرتا ہوں۔ اگر یہ کتا حق پر ہے تو مجھ پر عذاب نازل کر، اور اگر یہ غلط ہے تو اس کے ساتھ ایسا معاملہ کر کہ سب لوگوں پر اس قول کی شناعت واضح ہو جائے۔

تو اس کی آنکھیں سوجنا شروع ہو گئیں یہاں تک کہ پھٹنے کے قریب آ گئیں۔ جسم سیاہ کوئلے کی مانند ہو کر پھول گیا اور حلق سے عجیب مادہ نکلنا شروع ہو گیا۔ اسے گھر لے جایا گیا۔ تین دن پورے نہیں گزرے تھے کہ وہ مر گیا۔ اس کی آنکھوں اور جسم سے جاری مادے کے باعث کوئی اسے غسل نہ دے سکا اور اسے اسی حال میں دفن کر دیا گیا۔ اللہ اس پر رحم نہ کرے!

ابن منتاب رحمہ اللہ کہتے ہیں: پھر ہمارے کچھ دوست موصل سے بغداد آئے تو انہوں نے ہمیں یہ واقعہ سنایا اور یہ بالکل صحیح واقعہ ہے جو ۷۱۰ھ میں پیش آیا۔

[ذیل تاریخ ال اسلام: ۱۱۷]

منقول مع تغییر واضافہ

نوٹ: جس نے ترجمہ کیا تھا شاید کوئی بدمذہب تھا اور وسیلہ بذوات فاضلہ کا قائل نہ تھا اس لئے کہ اس نے اس عبارت کا ترجمہ نہیں کیا تھا اسالك بنبيك اے اللہ میں تجھ سے تیرے نبی کے وسیلے سے سوال کرتا ہوں۔

فقیر نے جب اصل کتاب سے حوالہ تلاش کیا اور یہ عبارت دیکھی تو حیرت ہوئی کہ آخر یہ خیانت کیوں؟ اگر یہ ناجائز ہوتا ہے تو اس نے وسیلہ پیش کیوں کیا؟

امام ذہبی علیہ الرحمہ اس پر خاموش کیوں رہے؟

اس کی دعا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے ہی قبول ہوئی تھی۔ اور اس سے زیادہ حیرت تب ہوئی جب محقق نے حاشیہ میں اس کو بدعت قرار دیا ہے اور لمبا حاشیہ لکھا ہے کہ ابن تیمیہ نے بدعت کہا ہے۔

یعنی تحقیق کے نام پر تخریب۔

☆......☆......☆......☆

عدالت صدیقی

خادمۂ اسلام بنت مفتی عبدالما لک مصباحی

۲۸ جنوری ۲۰۲۰ءکو پاکستان کے مشہور چینل "ABB TAKK" پر بیٹھ کر ایک ملعونہ سیفی علی خان نامی عورت نے امامِ صدق وصفا سیدنا ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی عظمت شان میں کھلی گستاخی کرتے ہوئے کہا کہ: "لوگوں کو انصاف قیامت تک نہیں ملے گا اس کی بہت بڑی وجہ یہ ہے کہ نا انصافی اور ہماری judiciary کا بیڑا غرق اس دن ہی ہو گیا تھا جس دن فاطمہ زہرا علیہا السلام انصاف لینے کے لیے دربار گئیں اور ان کو انصاف نہیں ملا اور نعوذ باللہ ان کو جھٹلایا گیا اور ان کی گواہی کو judiciary کا تو اس دن ہی بیڑا غرق ہو گیا تھا"۔ یہ پورا جملہ اسی کا ہے، اس جملے میں العیاذ باللہ دربار سے مراد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا عادلانہ دربار ہے جسے اس ملعونہ نے نا انصافی کا دربار اور آپ رضی اللہ عنہ پر خاتون جنت کی حق تلفی کرنے اور گواہی کو جھٹلانے کا الزام عائد کیا ہے، حالاں کہ کیا آپ کو معلوم ہے وہ مظلوم شخصیت کن کی ہے؟

کون ہے صدیق؟ آلِ مصطفیٰ کا پہرے دار فاطمہ کا قَدر داں ہے مرتضیٰ کا لاج دار

یہ وہی دربار ہے جن کے نزدیک اپنی بیٹی سے بڑھ کر جگر گوشہ رسول، بنت حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا مقام ہے نیز وہی منصف اعظم ہیں جن کی صداقت و عدالت کی گواہی خود رب تعالیٰ نے یوں دی ہے: وَ الَّذِیۡ جَآءَ بِالصِّدۡقِ وَ صَدَّقَ بِہٖۤ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الۡمُتَّقُوۡنَ (پ24،الزمر:33)

پھر بھلا اس ذات سے نا انصافی کا شائبہ بھی کیسے ہوسکتا ہے جن کے تقویٰ و طہارت پر آیات شاہد ہیں، خود خالق کائنات فرماتا ہے: سَیُجَنَّبُہَا الۡاَتۡقَی (پ30،اللیل:17)

المختصر ان آیات کی روشنی میں ثابت ہوگیا کہ جو بھی شان و رفعت صدیقی پر انگشت نمائی کرے گا وہ صرف صدیق کی عدالت و امامت کا منکر نہیں بلکہ خود آیات ذات صمدیت کا منکر ہوگا۔ ہر دور میں ایسے خبثاء پیدا ہوئے ہیں جن کی تردید و تذلیل اہل حق علماء نے اپنے علم کے ذریعے اور اہلِ اقتدار سلاطین نے اپنی قدرت وقوت کے ذریعے کی ہے۔ آج بھی صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کی گئی اس عظیم گستاخی پر ہر اہلِ دل مسلمان رنجیدہ و افسرہ ہے اور اہل علم، غلامان صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنے منصبی فریضہ کو ادا کرنے میں سرگرداں ہیں۔ اب بھلا ہمارا جوش ایمانی بھی کیسے پرسکون رہنے دے۔

☆☆☆☆☆

اختلافِ صحابہ اور ہمارا کردار

ڈاکٹر مفتی محمد ساجد احمد رضوی

صحابی: اس بات کو بآسانی سمجھا جا سکتا ہے کہ ہر وہ شخص جس نے سرکار دو عالم ﷺ کو آپ کی حیاتِ ظاہری میں ایمان کی حالت میں آپ سے ملاقات کی ہو اور ایمان ہی کی حالت میں وفات پائی وہ صحابی ہے۔

خلوص صحابہ: یہ بات بھی روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا تو تمام عزیز و اقارب اور دیگر اہلِ مکہ آپ کے مخالف ہو گئے اور مسلسل تبلیغ و اظہار معجزات کے باوجود چھ سال کی طویل مدت میں مسلمانوں کی تعداد چالیس تک بھی نہ پہنچ سکی۔

٦ رسال کے بعد مسلمانوں کی جمعیت میں جب قدرے اضافہ ہوا تو علی الاعلان دعوت اسلام عام کی جانے لگی جس کی وجہ سے کفار و مشرکین نے مسلمانوں کو طرح طرح کی تکالیف پہنچانا شروع کیں۔ بالآخر آپ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لائے اور وہاں چند ہی عرصہ میں اسلام نے اس قدر ترقی کی کہ مسلمانوں کی تعداد ایک لاکھ سے تجاوز کر گئی اور لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل ہونے لگے۔ اس مقام پر ایک بات قابل غور ہے کہ جن نفوس قدسیہ نے ابتدائے اسلام میں اسلام قبول کیا اور اس کی محافظت میں سخت ترین تکالیف و مصائب کا سامنا کیا، ان کے اس قبول اسلام کا سبب کیا تھا؟ رضائے الٰہی یا حصول منفعت دنیا؟ ثانی تو بداہۃً باطل ہے کیوں کہ یہ بات کس کو معلوم تھی کہ آگے چل کر محمد عربی ﷺ کا مشن اتنی عظیم الشان کامیابی حاصل کرے گا، قیصر و کسریٰ کے تاج ان کے قدموں میں ہوں گے۔ اب امر اول از خود ثابت ہوتا ہے کہ ان کا مقصد فقط

رضائے رب العٰلمین تھی جس کی خاطر جتنی بھی اذیتیں اٹھا سکتے تھے اٹھائیں۔

یہ عالم تو عام صحابہ کا خلوص واستقامت فی الدین اور ثابت قدمی کا ثبوت' تو اخص صحابہ کا عالم کیا ہوگا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

سب صحابہ کی حرمت: بھلا اس خاکدان گیتی پر کون ہوگا جو سب وشتم کو اچھا جانتا ہو، خوبصورت زیور تصور کرتا ہو سوائے اس کے کہ لوگ برا ہی جانتے ہوں اب رہا اصحاب النبی ﷺ کے تقدسات کو پامال کرنے کی، ان کی عظمت سے کھیلنے کو اپنا معیار سمجھنے کی، سب وشتم کرنے کی، تو سنو! آپ اگر مسلمان ہیں تو آپ کے لیے نظام اسلام کے ذریعہ دیے گیے جو ضابطے اور قوانین ہیں انہیں تسلیم کرنا پڑے گا، جب کسی مسئلہ میں آپ کو صحیح اور غلط کی تمیز از روے شرع نہ ہو سکے تو پوچھو ان سے جو مسلک و مذہب کی ضمانت ہیں۔ دل کی تختی پر مصطفی جان رحمت ﷺ کا فرمان عالی شان لکھ لو: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "لا تسبو اصحابی لاتسبو اصحابی۔"(۱)

ایک دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں "من سب اصحابی فعلیه لعنة الله والملٰیکة و الناس اجمعین لا یقبل منه صرف ولا عدلٌ۔"(۲) اب اس حوالے سے فقہائے اسلام کا حکم سنیے!

محرر مذہب شافعیہ امام نووی لکھتے ہیں: "اعلم ان سب الصحابة حرامٌ من فواحش المحرمات ملابس الفتن منهم" وغیرہ۔(۳) "لایحل لاحدٍ ان یسب احداً من الصحابة جمیعهم الصغار منهم و الکبار من شهد منهم الوقائع ومن لم یشهد۔ المتقدم منهم اوالمتأخر کلهم سواء فی عدم جواز التعرض لی جنابهم اوالتنقص"(۴)

امام شثانی فرماتے ہیں: "من قال انه کانو علی الدلالت و کفر فانه یقتل"(۵)

امام سحنون فرماتے ہیں: "فیمن قال ذٰلك فی الخلفاء الاربعة ویکل فی غیرهم و عنه ایضاً انه یقتل فی الجمیع کقول

ملك،"[٦] امام خطابی بیان فرماتے ہیں "و ان من سب بغیر ذالك فان سبهم بما یوجب الحد كالقذف حد للقذف ثم ینكل التنكل الشدید بالاهانة وطول السجن،"[٧] فتاویٰ ہندیہ میں "الرافضی اذا كان به الشیخین و یلعنهما و العیاذ بالله فهو كافر"[٨]

ان تمام نصوص مذاہب اربعہ سے جمہور فقہائے احناف و مالکیہ کے مذہب "سب صحابہ کی تکفیر کی جائے گی" کی تائید و توثیق ہوتی ہے۔

فضائل مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب میں بہت سی احادیث طیبہ منورہ کا ورود بزبان محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منقول ہے جس سے اختصارا چند نصوص آپ کی طبع ناز کو پیش خدمت ہیں۔

۱) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کیا آیت مقدسہ مطہرہ "اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِاللَّیْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَعَلَانِیَةً" حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق نازل ہوئی۔

۲) حضرت زر بن جیش رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ تم سے محبت صرف مومن کرے گا اور بغض منافق کرے گا۔

۳) حضرت ام عطیہ رضی المولیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ طائف کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی سے کافی دیر تک سرگوشی فرمائی اور فرمایا کہ میں نے علی سے سرگوشی میں کلام نہیں کیا یہ اللہ نے کلام کیا تھا۔

۴) حضرت عمران بن حصین بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ علی مجھ سے اور میں علی سے ،وہ میرے بعد ہر مومن کا ولی ہے۔

۵) حضرت عبد الرحمن بن ابی یعلی نے روایت فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس کا میں مولیٰ اس کا علی مولیٰ۔

٦) مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی، اے اللہ اس سے محبت کر جو علی سے محبت کرے اور اس سے نفرت فرما جو علی سے بغض رکھے۔

۷) ابن ظالم کہتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت عمر بن نفیل سے آ کر کہا کہ میں جتنی محبت علی سے کرتا ہوں کسی اور سے اتنی محبت نہیں انہوں نے کہا تم ایک جنتی شخص سے محبت کرتے ہو۔

۸) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جنت کی بشارت دی۔

۹) حضرت عبداللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا۔ حضرت علی نے آ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے مجھے کسی کا بھائی نہیں بنایا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو۔

۱۰) حضرت علی بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسنین کریمین کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: جس نے مجھ سے محبت کی اور ان دونوں سے محبت اور ان کے ماں اور باپ سے محبت کی وہ قیامت کے دن میرے ساتھ میرے درجہ میں ہوگا۔ (۹)

فضائل حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱) حضرت عبدالرحمن بیان فرماتے ہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے فرمایا ''اے اللہ! ان کو ہدایت دے''۔

۲) حضرت امام ابن سعد روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امیر معاویہ کے بارے میں دعا فرمائی ''اے اللہ اس کو کتاب کا علم عطا کر، اس کو شہروں پر فتح یاب فرما اور اس کو عذاب سے بچا۔

۳) مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ معاویہ کبھی مغلوب نہیں ہوگا۔

۴) حضرت عبد اللہ بن عباس بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حضرت جبرئیل آئے اور کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! معاویہ کو سلام کہیں اور ان کے ساتھ خیر خواہی کریں کیونکہ وہ اللہ کی کتاب اور اسکی وحی پر امین ہے۔

۵) مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امیر معاویہ کو بایں الفاظ ''اللہ تم کو اپنے نبی کی طرف سے جزائے خیر دے''، ''اے اللہ اس کو ہدایت دے، برے کاموں سے دور رکھ اور اس کی اگلی اور پچھلی باتوں کی مغفرت فرما''

۶) حضرت عرباض بن ساریہ کہتے ہیں کہ حضرت واثلہ بن اسقع سے مروی ہے کہ امین تین ہیں۔ا۔جبرئیل۔۲۔''سرکار دو عالم ﷺ'' اور ۳۔معاویہ

۷) حضرت عبداللہ بن بسر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میرے لیے معاویہ بلاو! ان کو بلایا گیا جب ان کے سامنے کھڑے ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم اپنے معاملات ان (حضرت امیر معاویہ) پر پیش کرو! اور اس کو اپنے معاملات پر گواہ بناؤ کیونکہ یہ قوی اور امین ہے۔

۸) حضرت معاویہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میرے بعد میری امت پر حکمراں ہوگے جب وہ وقت آئے تو ان میں نیکوں کو قبول کرنا اور بروں کو درگزر کرنا۔

۹) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنگ صفین سے واپسی کے بعد فرمایا کہ معاویہ کی حکومت کو ناپسند نہ کرو![10]

ان تمام نصوص سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوجاتی ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہادی، مہدی، اور سبب ہدایت، عالم کتاب و حساب، کاتب وحی، غالب وفاتح ومحارب امصار، محفوظ عن الخطا الذی اخذ بہ، محفوظ از عذاب، منصف، فارق بین الحق والباطل، حاکم اسلام، امیرالمومنین، خلیفۃ المسلمین جیسے عہدہ مبارک اور اوصاف حمیدہ طاہرہ ومطہرہ سے متصف تھے۔

حضرت علی و حضرت امیر معاویہ کے درمیان تعلقات:

امام ابن عساکر روایت نقل فرماتے ہیں:

"انی علی تقولین... فکان کاسد الحاذر، والربیع النائر والفرات الذاخر و القمر الظاهر، فاما الاسد فاشبه علی منه صرامته و مضاۂ واما الربیع فاشبه علی منه حسنه و بهائه، واما الفرأت فاشبه علی منه طیبه و سخائه، فما تعظمت علیه فماقم العرب الشاذة...وعلی من هامات قریش ذواتبها وسنام قائم علیه وعلی علامتها فی شامخ."[11]

اس رویت کی تنقیح کرتے ہوئے علامہ عبد القادر بدایونی علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں: ''حضرت عقیل کے بھائی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے قریبی ساتھی تھے اور دوسری طرف زیاد بن ابی سفیان حضرت علی کے قریبی تھے اور آپ نے انہیں ایران وخراسان کا گورنر مقرر کر رکھا تھا۔ ایک بار حضرت معاویہ کے پاس آپ بیٹھے تھے تو حضرت معاویہ نے جی کھول کر حضرت علی کی تعریف کی اور انہیں بہادری اور چستی میں شیر، خوبصورتی میں موسم بہار جود وسخا میں دریائے فرات سے تشبیہ دی اور اے عقیل میں علی بن ابی طالب کے بارے میں کیسے نہ کہوں۔ علی قریش کے سرداروں میں سے ایک ہیں اور وہ سبزہ ہیں جس پر قریش قائم ہیں علی میں بڑائی کے تمام علامات بدرجۂ اتم موجود ہیں۔''(۱۲)

ٹھیک اسی طرح حضرت علی کا بیان سنئے!

مصنف ابن ابی شبیہ فرماتے ہیں کہ ''جنگ صفین کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے لوگو! آپ امیر معاویہ کی گورنری کو ناپسند نہ کرنا! اگر آپ نے انہیں کھودیا تو آپ دیکھو گے کہ سر اپنے شانوں سے اس طرح کٹ کٹ کر گریں گے جیسے حنظل کا پھل اپنے درخت سے ٹوٹ ٹوٹ کر گرتا ہے۔''(۱۳)

مذکورہ دونوں نصوص کو بار بار پڑھیئے اور ان دونو ں نفوس قدسیہ کے درمیان حسن ظن و باہمی تعلقات کے سنگم کا حسین نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہوئے فیصلہ کیجئے کہ حق یہ ہے یا وہ قصص و واقعات جن کو مورخین نے بزعم خویش گڑھ کر دونوں اصحاب کے خلاف زہر اگلنے کی کوشش کی۔

مشاجرات صحابہ

امام غزالی فرماتے ہیں ''حضرت امیر معاویہ اور حضرت علی کے درمیان جو معاملہ ہوا وہ اجتہاد پر مبنی تھا افضل ترین علماء نے کہا ہر مجتہد مصیب ہے اور بہت سارے علما نے کہا مصیب ایک ہے اور کسی بھی عالم نے حضرت علی کو اصلاً خطا پر قرار نہیں دیا۔''(۱۴)

سیدنا سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ''حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت

زبیر ،حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم کے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان جو لڑائی ہوئی اس حوالے سے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے نص فرمائی ہے کہ اس بارے میں اور صحابہ کرام کے درمیان ہونے والے مشاجرات میں سے کسی کے بارے میں کلام نہ کیا جائے اس معاملہ میں حضرت علی حق پر تھے ان کے پاس لڑائی کا جواز موجود تھا اسی طرح ان کے مقابل افراد کے پاس بھی لڑائی کا جواز موجود تھا اس لئے ہمارے لئے سب سے بہتر یہ ہے کہ اس معاملہ میں خاموش رہیں ان کے معاملے کو اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹا دیں۔"(۱۵)

امام عبد الوہاب شعرانی فرماتے ہیں :

"مشاجرات صحابہ میں زبان بند رکھنا واجب ہے اور اس بات کا اعتقاد رکھنا واجب ہے کہ وہ سب ثواب کے مستحق ،اور یہ اس وجہ سے کہ وہ سب اہل سنت اتفاق کے ساتھ عادل ہیں۔"(۱۶)

علامہ عبدالعزیز بن احمد ملتانی پرہاروی فرماتے ہیں: محققین نے ذکر کیا ہے کہ مشاجرات صحابہ کا ذکر حرام ہے کیونکہ اس میں اندیشہ ہے کہ یہ بعض صحابہ کے بارے میں بد گمانی کا باعث ہوگا اور اس موقف کی تائید حدیث پاک سے ہوتی ہے۔ بے شک اہل سنت کو یہ واقعات ذکر کرنے میں مجبور کر دیا گیا کیونکہ بدعتیوں نے اس میں کئی بہتان اور جھوٹی باتیں گڑھ لیں۔ یہاں تک کہ متکلمین نے یہ مذہب اختیار کیا کہ مشاجراتِ صحابہ کی تمام روایتیں جھوٹ ہیں اور یہ کتنا اچھا قول ہے مگر یہ کہ ان میں بعض امور تواتر سے ثابت ہیں اور اہل سنت و جماعت کا اجماع ہے کہ ان امور میں جو کچھ ثابت ہیں ان کی تاویل کی جائیگی تا کہ عامۃ الناس کو وسوسوں سے بچایا جا سکے بہر حال جو قابل تاویل نہ ہوں وہ مردود ہیں بے شک صحابہ کی فضیلت ان کی حسن سیرت اور ان کا حق کی پیروی کرنا نصوص قطعیہ اور جماعت حقہ کے اجماع سے ثابت ہے تو یہ اخبار آثار ان کے مقابل میں کیسے آسکتی ہیں بالخصوص متعصب کذاب رافضیوں کی روایات"۔(۱۷)

امام ابن حجر ہیتمی فرماتے ہیں: "صحابہ کرام کے درمیان جو قتال ہوا وہ فقط دنیا پر ہی محصور

ہے، بہرحال آخرت کے معاملات میں وہ سب مجتہد اور ثواب کے مستحق ہیں۔ البتہ ان کے درمیان ثواب میں فرق ضرور ہے کیونکہ جس نے اجتہاد کیا اور درستگی کو پالیا جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آپ کے پیروکار، ان کے لئے دو اجر ہیں بلکہ دس اجر ہیں جیسا کہ ایک روایت میں ہے اور جس نے اجتہاد کیا اور خطا کی جیسے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے لئے ایک اجر ہے یہ تمام رضائے الٰہی کے طلبگار تھے اور انہوں نے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو علوم حاصل کئے ان کی روشنی میں اپنے اجتہاد وگمان میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کر رہے ہیں۔ اگر تو دین میں فتنوں، بدعتوں، عناد اور ضیاع سے سلامتی چاہتا ہے تو اس پر متنبہ رہ''۔ (۱۸)

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد بن سرہندی فرماتے ہیں: ''امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں فرمایا کہ ہم سے بغاوت کرنے والے ہمارے بھائی ہیں، یہ نہ کافر ہیں، نہ فاسق ہیں۔ کیونکہ ان کے پاس تاویل موجود ہے جو ان کو کافر و فاسق کہنے سے روکتی ہے۔ اہلِ سنت اور رافضی دونوں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ لڑائی کرنے والوں کو خطا پر سمجھتے ہیں۔ اور دونوں امیر معاویہ کے حق پر ہونے کے قائل ہیں لیکن اہل سنت حضرت امیر سے جنگ کرنے والوں کے حق میں محض خطا کے لفظ سے زیادہ سخت الفاظ استعمال کرنا جائز نہیں سمجھتے اور زبان کو ان طعن و تشنیع سے بچاتے ہیں اور حضرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ ہونے کا حیا کرتے ہیں۔'' (۲۰)

امام اہل سنت سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ''اہل سنت کے عقیدہ میں تمام صحابہ کرام کی تعظیم فرض ہے ان میں سے کسی پر طعن کرنا حرام ان کے مشاجرات میں خوض ممنوع حدیث میں ارشاد ہے ''اذذکر اصحابی فامسکوا جب میرے صحابہ کا ذکر کیا جائے تو بحث و خوض سے اجتناب کرو۔

اللہ عزوجل عالم الغیب والشہادہ ہے اس نے صحابہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دو قسمیں فرمائی:
۱۔مومنین قبل الفتح جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے راہ خدا میں خرچ و جہاد کیا۔ ۲۔مومنین بعد فتح

جنھوں نے بعد کو۔ فریق اول کو دوم پر تفضیل عطا فرمائی کہ لَا يَسْتَوِي مِنكُم مَّنْ أَنفَقَ مِن قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِينَ أَنفَقُوا مِن بَعْدُ وَقَاتَلُوا یعنی تم میں برابر نہیں وہ جنھوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ اور جہاد کیا، وہ مرتبہ میں ان سے بڑے ہیں جنھوں نے بعد فتح کے خرچ اور جہاد کیا۔

اورساتھ ہی فرمایا: "كُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ" دونوں فریق سے اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ فرمالیا۔ ان کے افعال پر جاہلانہ نکتہ چینی کا دروازہ بھی بند فرمایا کہ ساتھ ہی ارشاد ہوا "وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ"

اللہ کو تمہارے اعمال کی خوب خبر ہے۔ یعنی جو کچھ تم کرنے والے ہو وہ سب جانتا ہے بایں ہمہ تم سب سے بھلائی کا وعدہ فرما چکا خواہ سابقین ہوں یا لاحقین۔

اور یہ بھی قرآن عظیم سے بھی پوچھ دیکھئے کہ مولیٰ عزوجل جس سے بھلائی کا وعدہ فرما چکا اس کے لئے کیا فرماتا ہے: "إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُم مِّنَّا الْحُسْنَىٰ أُولَٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ لَا يَسْمَعُونَ حَسِيسَهَا وَهُمْ فِي مَا اشْتَهَتْ أَنفُسُهُمْ خَالِدُونَ لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْأَكْبَرُ وَتَتَلَقَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ هَٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ" یعنی بے شک جن سے ہمارا وعدہ بھلائی کا ہو چکا وہ جہنم سے دور رکھے گئے ہیں اس کی بھنک تک نہیں سنیں گے اور وہ اپنی منمانی مرادوں میں ہمیشہ رہیں گے انہیں غم میں نہ ڈالے گی بڑی گھبراہٹ، فرشتے ان کی پیشوائی کو آئیں گے یہ کہتے ہوئے کہ یہ تمہارا وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ تھا۔

سچا اسلامی دل اپنے رب عزوجل کا یہ ارشاد عام سن کر کبھی کسی صحابی پر نہ سوءِ ظن کر سکتا ہے نہ ان کے اعمال کی تفتیش کر سکتا ہے بفرض تم حاکم ہو، یا اللہ! تم زیادہ جانتے ہو، یا اللہ! انتم اعلم ام اللہ! کیا تمہیں زیادہ علم ہے، یا اللہ کو۔ دلوں کی خبر رکھنے والا سچا حاکم یہ فیصلہ کر چکا کہ مجھے تمہارے سارے اعمال کی خبر ہے میں تم سے بھلائی کا وعدہ فرما چکا اس کے

بعد مسلمانوں کو اس کے خلاف کی گنجائش کیا ہے! ضرور ہر صحابی کے ساتھ حضرت کہا جائے گا۔ ضرور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا جائے گا، ضرور اس کا اعزاز واحترام فرض۔ **ولو کرہ المجرمون۔** اور ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں، ان کی خطائے اجتہادی تھی اس پر الزامِ معصیت عائد کرنا ارشادِ الٰہی کے صریح خلاف ہے۔ (۲۱)

حضور صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ''تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اہلِ خیر وصلاح ہیں اور عادل، ان کا جب ذکر کیا جائے تو خیر ہی کے ساتھ ہونا فرض ہے۔ کسی صحابی کے ساتھ سوءِ عقیدت بدمذہبی و گمراہی و استحقاق جہنم ہے، کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ بغض ہے ایسا شخص رافضی ہے، اگرچہ چاروں خلفا کو مانے اور اپنے آپ کو سنی کہے مثلاً حضرت امیر معاویہ اور ان کے والد ماجد حضرت ابوسفیان اور حضرت جنید اور ان کی والدہ ماجدہ، اسی طرح حضرت سیدنا عمرو بن عاص، حضرت مغیرہ بن شعبہ، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہم، حتیٰ کہ حضرت وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنہوں نے قبلِ اسلام حضرت سیدنا سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا اور بعد اسلام اخبث الناس خبیث مسیلمہ کذاب ملعون کو واصل جہنم کیا۔ وہ خود فرمایا کرتے تھے خیر الناس اور شر الناس دونوں کو قتل کیا۔ ان میں سے کسی کی شان میں گستاخی، تبرا ہے اور اس کا قائل رافضی ہے اگرچہ حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی توہین کے مثل نہیں ہوسکتی کہ ان کی توہین بلکہ ان کی خلافت سے انکار ہی فقہائے کرام کے نزدیک کفر ہے۔ کوئی ولی کتنے ہی بڑے مرتبہ کا ہو کسی صحابی کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے باہم جو واقعات ہوئے ان میں پڑنا حرام حرام سخت حرام ہے۔

مسلمانوں کو یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ سب آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جانثار اور سچے غلام ہیں تمام صحابہ اعلیٰ وادنیٰ اور ان میں کوئی ادنیٰ نہیں سب جنتی ہیں، وہ جہنم کی بھنک نہ سنیں گے اور ہمیشہ اپنی من مانی مرادوں میں رہیں گے، محشر کی بڑی گھبراہٹ انہیں غمگین نہ کرے گی،

فرشتے ان کا استقبال کریں گے۔کہ یہ وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ تھا۔(یہ سب مضمون قرآن عظیم کا ارشاد ہے)صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم انبیاء نہ تھے،فرشتے نہ تھے کہ،معصوم ہوں۔ان میں بعض سے لغزشیں ہوئیں مگران کی گرفت کسی بات پراللہ ورسول کے خلاف ہے......

جب ان سے ان تمام اعمال جان کر حکم فرمایا کہ ان سب سے ہم جنت عذاب و کرامت و ثواب کا وعدہ فرما چکے ہیں تو دوسرے کو کیا حق رہا کہ ان کی کسی بات پر طعن کرے؟ کیا طعن کرنے والا اللہ تعالیٰ سے جدا اپنی حکومت قائم کرنا چاہتا ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجتہد تھے،ان کا مجتہد ہونا حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حدیث صحیح بخاری شریف میں بیان فرمایا ہے، مجتہد سے صواب وخطا دونوں صادر ہوتے ہیں۔خطا دو قسم ہے خطا عنادی یہ مجتہد کی شان نہیں اور خطا اجتہادی: یہ مجتہد سے ہوتی ہے اوراس پر عنداللہ اصلاً مواخذہ نہیں۔مگر احکام دنیا میں وہ دو قسم ہے خطا مقرر کہ اس کے صاحب پر انکار نہ ہوگا یہ وہ خطا اجتہادی ہے جس سے دنیا میں کوئی فتنہ نہ ہو، جیسے ہمارے نزدیک مقتدی کا امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنا۔

دوسری خطا منکر، یہ وہ خطا اجتہادی ہے جس کے صاحب پر انکار کیا جائے کہ اس کی خطا باعث فتنہ ہے۔حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت سیدنا امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خلاف اسی قسم کی خطا کا تھا۔اور فیصلہ وہ جو خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مولیٰ علی کی ڈگری اور حضرت امیر معاویہ کی مغفرت ہے۔(۲۲)

ان تمام نصوص وارشادات کی روشنی میں باتفاق علمائے جمہور کے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ ہمیں اصحاب کرام کے درمیان ہونے والے مشاجرات میں کلام کرنا اپنے کو بدکردار وگمراہ وفاسق بنانے کے سوا کچھ نہیں۔لہٰذا حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ کے درمیان ہوئے مشاجرات میں کف لسانی ہی میں نجات ہے۔**وعلیہ الجمھور**

حوالہ جات

۱۔ الصحیح البخاری، ج:۳۔ ص۔ ۱۳۴۳، رقم:۔۳۴۷۔م دادرقم
۲۔ الکامل فی الصعفا \۳۶۳: دادالفکر
۳۔ حاشیہ المسلم ۲\۱۰۳م اصح الطابع
۴۔ ایضاً:
۵۔ اکمال اکمال المعلم ۶\۳۱، ۲۶ ۱۶م:دادالکتب العلمیة
۷۔ اکمال اکمال المعلم: ۶\۳۱، ۲۶ ۱۶م:دادالکتب العلمیة
۸۔ ایضاً
۹۔ فتاویٰ ہندیہ ؛ حوالہ شرح مسلم سعیدی ؛ ۶ \۲۰۸ ۱برکات رضا ؛ ۱\۲۲۴ ۶۔م بولاق مصر
۱۰۔ اسد الغابہ فی معرفة الصحابة ۲\۱۷، ۱۷۸م:دارحزم
۱۱۔شرح مسلم سعیدی، ن ج ۶
۱۲۔ تاریخ دمشق لابن عساکر؛ ۲\۴۲ ۱۶م دادمکتب العلمیة بیروت
۱۳۔ اختلاف علی و معاویہ۔۲۸
۱۴۔ مصنف ابن ابی شیبہ ۳/۱۴۔ رقم: ۸۸۵ دار الکتب العلمیة
۱۵۔احیاء العلوم: کتاب فوائد العقائد، الفصل الثالث: ۱/۱۱۵م: دار المعرفة بیروت
۱۶۔ غنیة الطالبین : القسم الثانی فی العقائد: فصل فی فضل الامة: ص۔ ۱/ ۱۶۲ دار الکتب العلمیة
۱۷۔ البوافیت الجواھر، المبحث الرابع والاربعون ۔ ۲۰/۴۴۵ ؛ دار الاحیاء التراث
۱۸۔ الناھیة عن طعن امیر المومنین معاویة : فصل فی النھی عن ذکر النشاجر، ۳۳م: غراس کویة
۱۹۔ تتھیر الجنان : مقدم الکتاب فی فضل الصحابہ: ۳۴/م: دار الصحابہ للتراس
۲۰۔ مکتوبات، مکتوب: ۳۶... ۲/ ۹۰ ،م : ضیاء القرآن لاھور صفحہ نمبر ۶
۲۱۔ فتاویٰ رضویہ شریف ؛ ۲۹ \۲ ۲۸۳ ۲م: برکات رضاپوربندر
۲۲۔ بھار شریعت ؛ ۱\۵۶۔ ۲۵۲ م: مکتبہ المدینہ کراچی

صحابی رسول امیر معاویہ سے نفرت و کدورت

کیا "اسلام کا حصہ" ہے؟

مولانا محمد عارف حسین مصباحی

خالق حقیقی جل جلالہ، رزاق مطلق اللہ تعالیٰ کی اس خاکدان گیتی پر انبیا اور رسل کے بعد سب سے مقدس اور بابرکت مخلوق صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی پاکیزہ جماعت ہے۔ اس گروہ نے بہ حالت ایمان اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت اختیار کی اور ایمان ہی پر ان کا خاتمہ بھی ہوا۔ (صحیح البخاری ج ۱ ص ۵۱۲ حاشیہ نمبر ۲)

منصب صحابیت اتنا بلند و بالا مقام و منصب ہے کہ دنیا کا کوئی بھی بڑے سے بڑا غوث و قطب، ابدال اور ولی ان کے مقام و مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا اور ایسا کیوں نہ ہو کہ صحابہ کرام کی جماعت سے ان کا رب عزوجل دنیا اور آخرت میں راضی ہے اور وہ بھی اپنے خالق و مالک رب تعالیٰ کی مرضی پر راضی ہیں۔ (سورۂ توبہ، آیت ۱۰۰)

بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وابستہ صحابہ کرام عدل و انصاف کے منبع اور سرچشمہ ہیں، ہدایت کے روشن و تابناک ستارے ہیں جن کی اطاعت و پیروی امت محمدیہ کے لیے مشعل راہ ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۵۵۴ مطبوعہ مجلس برکات)

صحابہ کرام کی عظمت و فضیلت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اللہ رب العزت نے ہر ایک صحابی سے بھلائی کا وعدہ فرمایا۔

(سورۂ حدید آیت ۱۰)

ان کے بارے میں گھڑے جانے والے الزامات سے انہیں بری قرار دیا۔

(سورۂ نور آیت ۲۶)

انہیں اللہ کی رضا چاہنے والا، اللہ اور اس

کے رسول کی مدد کرنے والا سچا ایمان والا اور (دنیا اور آخرت میں) کامیاب بتایا۔

(سورۂ حشر آیت ۸ تا ۹)

جن کی شان اقدس میں گالی گلوچ اور بدتمیزی کرنے سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کرتے ہوئے فرمایا کہ میرا صحابی راہ خدا میں اگر تھوڑا سا ''جو'' صدقہ کردے تو غیر صحابی کے راہ خدا میں ''اُحد پہاڑ'' کے برابر سونا خیرات کرنے سے بھی بہتر ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۵۵۳ مطبوعہ مجلس برکات)

صحابہ کرام جنہوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام پر اپنا جان و مال قربان کر کے اسلام اور مذہب اسلام کے تقدس کو پامال ہونے سے بچایا۔ جن سے عشق و محبت، خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عشق و محبت ہے اور جن سے نفرت و عداوت اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دشمنی اور بغض و عداوت کے مترادف ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۵۵۴ مطبوعہ مجلس برکات مبارکپور)

صحابۂ کرام میں سے کسی کو برا بھلا کہنے والے پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ کی لعنت فرمانے کا حکم دیا۔ (ماخذ سابق)

ان ہی باعظمت صحابہ کرام کی جماعت میں امیر المومنین سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات والا ستودہ صفات ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے براویت صحیح ''صلح حدیبیہ'' کے دن ۶ ہجری میں اسلام قبول کیا۔ (امیر معاویہ پر ایک نظر، ص ۴۷)

آپ کے بارے میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے برکت کی دعا دیتے ہوئے فرمایا: الٰہی ''معاویہ'' کو کتاب (قرآن کریم) اور علم حساب عطا فرما اور انہیں عذاب سے بچا۔

(کتاب الناہیہ، ص ۱۴ مصنفہ علامہ عبدالعزیز فرباروی مولف نبراس شرح عقائد النسفی)

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزید دعا کی: الٰہی! معاویہ کو ہدایت یافتہ اور ہدایت دینے والا بنا دے اور ان کے ذریعے لوگوں کو ہدایت دے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۵۵۳ مطبوعہ مجلس برکات)

ترمذی نے بھی اس کی روایت کی۔

آپ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہونے والے کلام الٰہی کے ۱۳ کاتبین میں

سے ایک اور کاتب خطوط بھی تھے۔

(کتاب خلاصۃ السیر از مصنفہ مفتی حرمین احمد بن عبداللہ بن محمد طبری)

حضرت ملا علی قاری اپنی کتاب مرقات المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح میں فرماتے ہیں کہ امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کے اہم شاگرد عبداللہ ابن مبارک (رضی اللہ عنہما) سے پوچھا گیا کہ سیدنا عمر بن عبدالعزیز وہ افضل ہیں یا صحابی رسول امیر معاویہ افضل ہیں؟ تو عبداللہ ابن مبارک نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جہاد کے وقت امیر معاویہ کے گھوڑے کی ناک میں جو غبار پڑا تھا وہ غبار بھی عمر بن عبدالعزیز سے افضل ہے۔

(کتاب الناہیہ، ص ۱۶ مصنفہ علامہ عبدالعزیز فرباروی مولف نبراس شرح عقائد النسفی)

علامہ قسطلانی اپنی شرح بخاری میں فرماتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بڑے مناقب اور بڑی خوبیوں والے ہیں۔

(ماخذ سابق، ص ۱۷)

خلیفہ اول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ''دمشق'' فتح ہوا تو حضرت امیر معاویہ کے بڑے بھائی یزید بن ابوسفیان وہاں کے حاکم مقرر ہوئے اور اپنے بھائی کے ساتھ آپ بھی دمشق چلے گئے اور بھائی کے انتقال کے بعد امیر معاویہ ان کی جگہ حاکم بنے جس کو دوسرے خلیفہ سیدنا عمر فاروق اعظم نے آپ پر اعتماد کرتے ہوئے برقرار رکھا اور پورے عہد فاروقی میں آپ دمشق کے حاکم رہے اور خلیفہ سوم سیدنا عثمان غنی کے عہد خلافت میں آپ پورے ملک شام کے حاکم بنا دیے گئے۔

(تاریخ الخلفاء ص ۱۳۲ از علامہ جلال الدین سیوطی)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متقی عادل اور ثقہ ہونے پر بھروسہ کرتے ہوئے صحابہ کرام میں سے حضرت عبداللہ ابن عباس، حضرت عبداللہ ابن عمر، حضرت سائب بن یزید، حضرت نعمان بن بشیر اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہم وغیرہ جیسے عظیم فقیہ اور مجتہد صحابہ نے آپ سے احادیث روایت کیں۔

جلیل القدر تابعین فقہا میں سے حضرت جبیر،

حضرت ادریس خولانی، حضرت سعید بن مسیب، حضرت خالد بن معدان، حضرت ابو صالح سمان، حضرت ہمام بن عتبہ اور حضرت ابوقیس بن حازم وغیرہ جیسی بزرگ جماعت نے آپ سے حدیث کی روایتیں قبول کیں۔ بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، بیہقی اور طبرانی وغیرہ جیسے محدثین نے امیر معاویہ کی روایت کردہ حدیثوں کوقبول کیا۔جس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ان سب کے نزدیک لائق اور مقبول اور مسلم صحابی تھے ورنہ نہ تو کوئی بھلا بتائے کہ یہ جلیل القدر حضرات امیر معاویہ سے کیسے احادیث قبول کرتے اور ان کی روایات کوکیسے صحیح تسلیم کرتے؟

ان سب کے باوجود کچھ لوگ ’’اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین‘‘ کی محبت میں اس قدر کھو جاتے ہیں کہ جانے انجانے میں حضرت امیر معاویہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان اقدس میں اپنی تحریروں اورتقریروں کے ذریعے بے ادبی کے مرتکب ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ نے شیر خدا حیدر کرار حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس وقت جنگ کی جس وقت انہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قاتلین سے بدلہ لینے میں تاخیر کی جس کی وجہ سے بہت سے صحابۂ کرام اس جنگ میں شہید ہوئے اور اپنی جگہ اپنے بیٹے یزید پلید کوتخت نشیں کیا‘ جس کی وجہ سے جگر گوشۂ رسول سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اوران کے اہل خانہ کی شہادت کا عظیم سانحہ پیش آیا۔ اس سلسلے میں پہلے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے علامہ ابن حجر مکی، علامہ لقانی، علامہ مناوی اور علامہ علقمی جیسے عظیم کبار علما کا کہنا ہے کہ ہم مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ صحابۂ کرام کے اختلافات کے بارے میں اپنی زبان بند رکھیں۔ (برکات آل رسول، ص۲۷۹)

اس لیے فرمان رسالت کے مطابق تمام صحابہ انصاف ورہیں۔(شرح العقائد از علامہ تفتازانی)

اور پھر صحابہ کرام سے آپس میں ہوئی خطائے اجتہادی کے باوجود ایک دوسرے کا

بے حد ادب کرتے تھے جیسا کہ محمد بن محمود آملی اپنی کتاب نفائس الفنون میں لکھتے ہیں کہ صحابی رسول امیر معاویہ کی ایک مجلس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تذکرہ ہوا تو آپ نے حضرت علی کی خوب تعریف کی اور حاضرین میں سے کسی نے پوچھا کہ آپ بہتر ہیں یا علی؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ:

''علی کے نقش قدم ابوسفیان کی آل سے بہتر ہیں۔''

اور شیخ الحق بخاری شریف کے ترجمہ میں رقم طراز ہیں کہ حضرت علی نے جب جنگ جمل میں اپنی مخالفت میں لڑنے والے صحابی حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی لاش دیکھی تو اس قدر روئے کہ آپ کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہوگئی۔ امام احمد بن حنبل اپنی مسند میں لکھتے ہیں کہ کسی نے حضرت امیر معاویہ سے کوئی مسئلہ دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ حضرت علی سے پوچھ لو کہ وہ بڑے عالم ہیں اس نے کہا کہ ان کے جواب سے مجھے آپ کا جواب زیادہ پسند ہے۔ اس پر آپ نے اس سوال کرنے والے کو برا بھلا کہا اور حضرت علی کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ تجھے ان کی عظمت علم کا اندازہ نہیں، جب سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو کوئی مشکل مسئلہ درپیش ہوتا تو وہ حضرت علی سے حل کراتے۔ اس کے بعد آپ نے حضرت علی کی شان میں گستاخی کرنے کی وجہ سے اس شخص کا نام وظیفہ پانے والے رجسٹر سے خارج کردیا۔

(ملخص از کتاب الناہیہ، ص ۱۲ تا ۲۸ مصنفہ علامہ عبدالعزیز فرہاروی مولف نبراس شرح عقائد النسفی)

توہمیں کیا حق پہنچتا ہے کہ ان کے آپس کے معاملے میں ہم ایک دوسرے پر طعن کریں؟ اور ان سے نفرت کا اظہار کریں؟

یزید کو اپنا جانشین بنانے کے سلسلے میں حضرت امیر معاویہ کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنانا بھی صحیح نہیں کیوں کہ آپ کی زندگی میں یزید کا فسق و فجور نہ تو کہیں ثابت ہے اور نہ آپ کو اس تعلق سے کوئی علم ہی تھا بلکہ حقیقت یہ ہے

کہ یزید کی معصیت و نافرمانی آپ رضی اللہ عنہ کے بعد ظاہر ہوئی اور فسق ظاہر ہونے کے بعد کسی کو فاسق گردانا جاتا ہے پہلے نہیں۔ جیسے ابلیس لعین پہلے معلم الملکوت (فرشتوں کو تعلیم دینے والا) تھا پھر جب اس سے کفر ظاہر ہوا تب اسے قرآن نے کافر کہا۔ تو فسق اور نافرمانی ظاہر ہونے سے پہلے یزید کو فاسق کیسے ٹھہرایا جاسکتا ہے؟ اور اس کی نافرمانی کا الزام صحابیِ رسول امیر معاویہ کو کیسے دیا جاسکتا ہے؟ اور اگر کوئی روایت ایسی ہے جس سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اپنی زندگی میں یزید کی بدباطنی کا علم ہونے پر دلالت کرتی ہے تو وہ روایت جھوٹی اور اس کا راوی کذاب (جھوٹا) ہے کیوں کہ قرآن و احادیث سے تمام صحابہ کرام کا عدل و انصاف والا ہونا ثابت کیا جا چکا ہے لہٰذا اس کے خلاف روایت قابل قبول نہیں، اور رہ گئی یہ روایت کہ امیر معاویہ کے کندھے پر یزید کو دیکھ کر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جنتی جہنمی کو لے کر جارہا ہے تو یہ بھی سراسر فرضی ہے کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پردہ فرمانے کے پندرہ سال بعد یزید کی پیدائش ہوئی۔ (تاریخ اسلام)

آخر میں ہم عرض کریں گے کہ صحابۂ کرام کے بارے میں جو عظمت و فضیلت قرآن و احادیث سے ثابت ہیں وہ فضیلتیں حضرت امیر معاویہ کو بھی صحابی ہونے کی وجہ سے حاصل ہیں اور صحابی رسول امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ادب و احترام ایسے ہی لازم اور ضروری اور ہمارے ایمان کا حصہ ہے جیسے دیگر صحابہ کرام اور اہل بیت نبوت کا احترام و ادب لازم ہے۔ اس لیے اہل بیت نبوت رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ صحابی رسول امیر معاویہ اور دیگر صحابہ کرام سے بھی سچی محبت کرنا چاہیے کیوں کہ یہی اسلام، قرآن اور جمہور علمائے عالم اسلام کا طریقہ ہے ورنہ تو ہمیں بتائیں کسی صحابی کی شان میں بے ادبی کر کے خدا اور رسول کی مخالفت کرنا کون سا ایمان کا حصہ اور کون سا اسلام ہے؟

سید صابر حسین شاہ بخاری

مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان قادری برکاتی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تاب ناک شخصیت کے خلاف ان کے مخالفین اور حاسدین نے حقائق کو مسخ کرنے کی کوششیں تیز کیں اور منفی پروپیگنڈہ پھیلایا تو لاہور شہر سے ایک مرد مجاہد سامنے آیا جسے دنیا حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے جانتی اور پہنچانتی ہے۔۔قطب مدینہ حضرت علامہ مولانا الشیخ محمد ضیاء الدین احمد مدنی قادری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی خدمات کے پیش نظر آپ کو حکیم اہل سنت کے لقب سے ملقب فرمایا۔اس لقب کو شہرت عام اور بقائے دوام حاصل ہوا،آج جب بھی کوئی حکیم اہل سنت کہے تو سننے والا فوراً اس سے مراد حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ ہی کی شخصیت لیتا ہے۔آپ نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری برکاتی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مخالفین اور حاسدین کے منفی پروپیگنڈہ کو روکنے کے لئے غالباً 1968ء میں مرکزی مجلس رضا لاہور کا قیام فرمایا۔ ریلوے اسٹیشن کے

قریب جامع مسجد نوری میں اس کا دفتر رکھا گیا۔ حکیم اہل سنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کا مطب 55۔ ریلوے روڈ پر تھا۔ آپ ایک ملنسار اور ہنس مکھ شخصیت تھے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کے مطب پر مختلف لوگوں کا تانتا بندھا رہتا۔ ان میں سے عام آدمی سے لے کر اعلیٰ تعلیم یافتہ تک شامل تھے۔ ان میں اساتذہ، وکلاء، صحافی، مصنف، محقق، مقالہ نگار، اور تذکرہ نگار غرض ہر شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے لوگ شامل تھے۔ ہاں ان میں واعظین، مقررین، مریدین اور مشائخیں بھی شامل تھے۔ حکیم اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ ہر ایک سے نہایت ہی پر تپاک انداز میں ملتے ان کو مطلوبہ کتب عنایت فرما دیتے یا اس کی نشان دہی فرما دیتے، آنے والوں کی چائے یا خمیرہ سے تواضع فرماتے، ہر ایک کو جہاد بالقلم کی تلقین فرماتے اور حوصلہ افزائی بھی فرماتے۔ حکیم اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ کے تیار کئے گئے ان نوجوانوں میں خلیل احمد رانا، نعیم طاہر رضوی، سعید مجاھد آبادی، آصف حسین، متین کاشمیری، سید محمد عبداللہ قادری، صوفی محمد طفیل نقشبندی اور ان گنت ہی نام جو اس وقت مجھے یاد نہیں آرہے ہیں، میں نمایاں طور پر سامنے آئے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک نے جہاد بالقلم میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ حکیم اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ نے ارباب علم و فضل کی توجہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی حیات وخدمات کی طرف مبذول کروائی اور ان سے مقالات لکھوا کر مجلسِ رضا لاہور کے زیر اہتمام نہایت خوب صورت انداز میں شائع فرما کر دنیا بھر میں پھیلایا۔ مجلسِ رضا ہی کے تحت یوم رضا منانے کی تحریک شروع کی۔ حکیم اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ کی کاوشیں رنگ لائیں۔ اہل سنت میں بیداری کی ایک لہر پیدا ہوئی۔ علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری، پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، علامہ سید ریاست علی

قادری، علامہ عبدالحکیم اختر شاہ جہان پوری، پیرزادہ اقبال احمد فاروقی رحمۃ اللہ علیہم اور نہ جانیں کتنے ہی علماء ومشائخ نے حکیم اہلسنت رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک پر رضویات کو اپنا موضوع بنایا۔تب دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ الگ ہوا۔حکیم اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک اورتشویق پرکئی ادارے، بزمیں اور تنظیمیں معرضِ وجود میں آئیں اوراس طرح مطلع صاف ہوتا گیا۔آج دنیا بھر میں بریلی شریف سے بلند ہونے والی صدائے دل نواز

مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں
شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

کی گونج سنی جارہی ہے۔اعلیٰ حضرت کی یاد میں کئی رسائل وجرائد سامنے آچکے ہیں۔اعلی حضرت کے حوالے سے ان کی کئی خصوصی اشاعتیں شائع ہو چکی ہیں،اعلی حضرت کی تصنیفات وتالیفات نئی آب وتاب سے شائع ہوکردنیا بھر میں پھیل رہی ہیں۔اسی طرح اعلیٰ حضرت کی حیات وخدمات کے حوالے سے مضامین ومقالات اور کتابوں کا ایک ایسا سیل رواں ہے جوتھمائے نہیں تھمتا۔الحمد للہ۔آج ایسے لگتا ہے کہ پوراجہاں جہان رضا ہے۔

گونج گونج اٹھے ہیں نغمات رضا سے

اللہ اللہ، حکیم اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ کی کن کن نوازشات اور عنایات کا ذکر کیا جائے،اک بحر بے کراں ہے۔ایک ایسا پھول ہے کہ جس کی خوش بوپھیلتی ہی جارہی ہے۔اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل آپ کی کاوشوں کوشرف قبولیت سےنوازے اورآپ کوکروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین۔

......☆......☆......☆......

آپ کے بچے بھلے آپ سے پوچھیں یا نا پوچھیں، آپ انہیں یہ ضرور بتایا کیجیئے کہ ہم فلسطین سے اس لیے محبت کرتے ہیں کہ:

☆ یہ فلسطین انبیاء علیہم السلام کا مسکن اور سر زمین رہی ہے۔

☆ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فلسطین کی طرف ہجرت فرمائی۔

☆ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کو اس عذاب سے نجات دی جو ان کی قوم پر اسی جگہ نازل ہوا تھا۔

☆ حضرت داؤود علیہ السلام نے اسی سرزمین پر سکونت رکھی اور یہیں اپنا ایک محراب بھی تعمیر فرمایا۔

☆ حضرت سلیمان علیہ السلام اسی ملک میں بیٹھ کر ساری دنیا پر حکومت فرمایا کرتے تھے۔

☆ چیونٹی کا وہ مشہور قصہ جس میں ایک چیونٹی نے اپنی باقی ساتھیوں سے کہا تھا ''اے چیونٹیو، اپنے بلوں میں گھس جاؤ۔'' یہیں اس ملک میں واقع عسقلان شہر کی ایک وادی میں پیش آیا تھا جس کا نام بعد میں وادی النمل چیونٹیوں کی وادی رکھ دیا گیا تھا۔

☆ حضرت زکریا علیہ السلام کا محراب بھی

اسی شہر میں ہے۔

☆ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسی ملک کے بارے میں اپنے ساتھیوں سے کہا تھا کہ اس مقدس شہر میں داخل ہو جاؤ۔ انہوں نے اس شہر کو مقدس اس شہر کے شرک سے پاک ہونے اور انبیاء علیہم السلام کا مسکن ہونے کی وجہ سے کہا تھا۔

☆ اس شہر میں کئی معجزات وقوع پذیر ہوئے جن میں ایک کنواری بی بی حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے بطن سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت مبارکہ بھی ہے۔

☆ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جب اُن کی قوم نے قتل کرنا چاہا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں اسی شہر سے آسمان پر اُٹھالیا تھا۔

☆ ولادت کے بعد جب عورت اپنی جسمانی کمزوری کی انتہاء پر ہوتی ہے ایسی حالت میں بی بی مریم رضی اللہ عنہا کا کھجور کے تنے کو ہلا دینا بھی ایک معجزہ الٰہی ہے۔

☆ قیامت کی علامات میں سے ایک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زمین پر واپس تشریف اسی شہر کے مقام سفید مینار کے پاس ہوگا۔

☆ اسی شہر کے ہی مقام باب لُد پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام مسیح دجال کو قتل کریں گے۔

☆ فلسطین ہی ارض محشر ہے۔

☆ اسی شہر سے ہی یاجوج وماجوج کا زمین میں قتال اور فساد کا کام شروع ہوگا۔

☆ اس شہر میں وقوع پذیر ہونے والے قصوں میں سے ایک قصہ طالوت اور جالوت کا بھی ہے۔

☆ فلسطین کو نماز کی فرضیت کے بعد مسلمانوں کا قبلہ اول ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔ ہجرت کے بعد حضرت جبرائیل علیہ السلام دوران نماز ہی حکم ربی سے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مسجد اقصیٰ (فلسطین) سے

بیت اللہ کعبہ مشرفہ (مکہ مکرمہ) کی طرف رُخ کرا گئے تھے۔ جس مسجد میں یہ واقعہ پیش آیا وہ مسجد آج بھی مسجد قبلتین کہلاتی ہے۔

☆ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی رات آسمان پر لے جانے سے پہلے مکہ مکرمہ سے یہاں بیت المقدس (فلسطین) لائے گئے۔

☆ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی اقتداء میں انبیاء علیہم السلام نے یہاں نماز ادا فرمائی۔ اس طرح فلسطین ایک بار پھر سارے انبیاء کا مسکن بن گیا۔

☆ سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ زمین پر سب سے پہلی مسجد کونسی بنائی گئی؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مسجد الحرام (یعنی خانہ کعبہ)۔ میں نے عرض کیا کہ پھر کونسی؟ (مسجد بنائی گئی تو) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مسجد الاقصیٰ (یعنی بیت المقدس)۔ میں نے پھر عرض کیا کہ ان دونوں کے درمیان کتنا فاصلہ تھا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ چالیس برس کا اور تو جہاں بھی نماز کا وقت پالے، وہیں نماز ادا کر لے پس وہ مسجد ہی ہے۔

☆ وصال حبیبنا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ارتداد کے فتنہ اور دیگر کئی مشاکل سے نمٹنے کیلئے عسکری اور افرادی قوت کی اشد ضرورت کے باوجود بھی ارض شام (فلسطین) کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تیار کردہ لشکر بھیجنا بھی ایک ناقابل فراموش حقیقت ہے۔

☆ اسلام کے سنہری دور فاروقی میں دنیا بھر کی فتوحات کو چھوڑ کر محض فلسطین کی فتح کیلئے خود سیدنا عمر کا چل کر جانا اور یہاں پر جا کر نماز ادا کرنا اس شہر کی عظمت کو اجاگر کرتا ہے۔

☆ دوسری بار بعینہ معراج کی رات بروز جمعہ 27 رجب 583 ھجری کو صلاح الدین

ایوبی کے ہاتھوں اس شہر کا دوبارہ فتح ہونا بھی ایک نشانی ہے۔

☆ بیت المقدس کا نام قدس قرآن سے پہلے تک ہوا کرتا تھا، قرآن نازل ہوا تو اس کا نام مسجد اقصیٰ رکھ گیا۔ قدس اس شہر کی اس تقدیس کی وجہ سے ہے جو اسے دوسرے شہروں سے ممتاز کرتی ہے۔ اس شہر کے حصول اور اسے رومیوں کے جبر واستبداد سے بچانے کیلئے 5000 سے زیادہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جام شہادت نوش کیا۔ اور شہادت کا باب آج تک بند نہیں ہوا، سلسلہ ابھی تک چل رہا ہے۔ یہ شہر اس طرح شہیدوں کا شہر ہے۔

☆ مسجد اقصیٰ اور بلاد شام کی اہمیت بالکل حرمین الشریفین جیسی ہی ہے۔ جب قرآن پاک کی یہ آیت (وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْأَمِيْنِ) نازل ہوئی تو ابن عباس کہتے ہیں کہ ہم نے بلاد شام کو التین انجیر سے، بلاد فلسطین کو الزیتون زیتون سے اور الطور سینین کو مصر کے پہاڑ کوہ طور جس پر جا کر حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ پاک سے کلام کیا کرتے تھے سے استدلال کیا۔

☆ اور قرآن پاک کی یہ آیت مبارک (وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُوْنَ) سے یہ استدلال لیا گیا کہ امت محمد حقیقت میں اس مقدس سرزمین کی وارث ہے۔

☆ فلسطین کی عظمت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے یہاں پر پڑھی جانے والی ہر نماز کا اجر 500 گنا بڑھا کر دیا جاتا ہے۔

......☆......☆......☆......

قابلِ مُطالعہ کتابیں

Email:muslimkitabevi@gmail.com